© rasailojaraid.com

مولانا مدرار اللہ صاحب مدرار

قسط ۲

فتنۂ قادیانیت

اور

مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم

حاضر ناظر کا مسئلہ | جناب طالب ہاشمی صاحب اپنے مقالے میں لکھتے ہیں :۔

"اگر مولانا مدرار اللہ صاحب کو "صدق جدید" کے فائل (بالخصوص ۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۳ء کے) کہیں سے مل جائیں تو ان کا مطالعہ کریں اس کے بعد وہ دل پر ہاتھ رکھ کر خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہہ دیں کہ مولانا دریابادی قادیانیت کے بارے میں نرم گوشہ نہیں رکھتے تھے تو ہم ان کی بات کو تسلیم کر لیں گے"

ہم مولانا دریابادی کی مبیّنہ قابلِ اعتراض باتوں پر سلسلہ وار بحث کریں گے۔ سردست ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر حاضر و ناظر کا اطلاق کس قبیل سے ہے۔ غائب کے مقابلے میں حاضر اس کو کہتے ہیں جو متکلم کی مجلس میں موجود ہو اور متکلم کے مشاہدے اور معائینے میں ہو۔ امام راغب اصفہانی نے المفردات فی غریب القرآن میں حاضر میں یہی مطلب بیان کیا ہے فرماتے ہیں :۔

وقال اللہ تعالیٰ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ای مُشاھدًا مُعَاینًا فی حکم الحاضر عندہٗ (المفردات ص۱۲۱)

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی نے کوئی عمل خیر کیا ہو وہ اس کو اپنے سامنے حاضر پائے گا۔ اس کا مشاہدہ و معائنہ کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حاضر اس کو کہتے ہیں جو سامنے موجود ہو۔ اور اس کا مشاہدہ و معائنہ کیا جاتا ہو۔ جب کہ نصِ قرآنی ہے۔ "لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ" آنکھیں ذاتِ باری کا ادراک نہیں کر سکتیں"

مخفی نہ رہے کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کے جتنے نام ذکر کئے گئے ہیں وہ محدثین اور فقہائے اسلام کی اصطلاح میں توقیفی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان ناموں کے علاوہ اس کو کسی اور نام سے پکارنا ممنوع ہے خواہ وہ نام مفہوم معنی کے لحاظ سے اچھا ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی "لمعات" میں فرماتے ہیں :۔

اعلم انّ اسمآء اللہ تعالیٰ توقیفیۃٌ بمعنی انہ لا یجوز ان یطلق اسم مالم یأذن لہ الشرع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

او اشعر بنقص (لمعات حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۹۹)

ترجمہ - تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں بدیں معنی کہ اللہ تعالیٰ پر ایسے نام کا اطلاق ناجائز ہے جس کی شریعت مطہرہ نے اجازت نہیں دی - یا اس سے نقص کا پہلو نکلتا ہو۔

مدینہ کے یہودی اللہ تعالیٰ کو اپنے خانہ ساز ناموں مثلاً "ابوالمکارم" کے نام سے پکارتے تھے۔ قرآن حکیم نے خود اس کی مذمت فرمائی۔ اس مقصد کے لئے سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۰ ملاحظہ کی جائے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"سب اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں۔ سو اس کو انہی ناموں سے پکارو۔ اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں۔"

امام راغب اصفہانی "الحاد" یعنی کجروی کے بارے میں فرماتے ہیں:-

والالحاد فی اسمائہ علی وجہین احدھما ان یوصف بما لا یصح بہ وصفہ بہ والثانی ان یتاول اوصافہ علی ما لا یلیق بہ (المفردات)

یعنی اس میں کجروی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو صفات موصوف میں موجود نہ ہوں یا جو اس کے مرتبہ کے خلاف ہوں۔ وہ اس کی جانب منسوب کی جائیں۔ دوسرے یہ کہ اس کی صفات میں نامناسب تاویل کی جائے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:-

خدا کے ناموں اور صفتوں کے متعلق کجروی یہ ہے کہ خدا پر ایسے نام یا صفت کا اطلاق کرے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔ اور جو حق تعالیٰ کی تعظیم و اجلال کے لائق نہیں۔ یا اس کے مخصوص نام اور صفت کا اطلاق غیر اللہ پر کرے۔ یا ان کے معانی بیان کرنے میں بے اصول تاویل اور کھینچ تان کرے۔ یا ان کو معصیت مثلاً وغیرہ کے مواقع میں استعمال کرنے لگے۔ یہ سب کجروی ہے (تفسیر عثمانی بضمن آیت مذکورہ)

علماء حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات کو کسی کو یہ اختیار نہیں کہ جو چاہے نام رکھ دے یا جس صفت کے ساتھ چاہے اس کی حمد و ثنا کرے۔ بلکہ صرف وہی الفاظ ہونا ضروری ہے جو قرآن و سنت میں اللہ تعالیٰ کے لئے بطور نام یا صفت کے ذکر کئے گئے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو کریم کہہ سکتے ہیں سخی نہیں کہہ سکتے۔ نور کہہ سکتے ہیں ابیض نہیں کہہ سکتے۔ حکیم کہہ سکتے ہیں طبیب نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ دوسرے الفاظ شریعت میں منقول نہیں اگرچہ انہی الفاظ کے ہم معنی ہیں۔

لفظ ھاضو اسمائے حسنیٰ میں نہیں ہے اور نہ سلف سے اس لفظ کا استعمال اللہ کے لئے منقول ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے علاوہ علماء علم عقائد کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسماء وصفات ازلی و ابدی ہیں، چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ کی فقہ اکبر کی عبارت ملاحظہ ہو :-

لم یزل ولا یزال باسمائه وصفاته لم یحدث له اسم ولا صفة (شرح فقہ اکبر ص ۲۵)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی صفات اور اپنے ناموں کے ساتھ ازلی ہے۔ نہ کوئی نام اس کا نو پیدا ہے اور نہ اس کی کوئی صفت حادث ہے۔ ازلی اس شے کو کہتے ہیں جس کی ابتداء نہ ہو۔

علماء علم عقائد اور محققین اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ حادث یعنی وہ چیز جو پہلے نہ تھی اور پھر ہو گئی۔ قائم نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ بعض فرقِ ضالہ مثلاً مجوس اور کرامیہ کی رائے اس کے برعکس ہے جس کو ہم رد کرتے ہیں لہذا اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ علم عقائد اور فقہ میں یہ حقیقت طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمان ومکان اور جہات یعنی ہر قسم کی جہتوں سے منزہ اور بالاتر ہے۔ چنانچہ شرح عقائد میں ہے :-

ولا یتمکن بمکان ولا یجری علیه زمان (شرح عقائد النسفیہ ص ۳۲)

اللہ تعالیٰ کسی مکان میں نہیں ہے اور نہ زمانہ اس پر گردش کرتا ہے اور یہ اس لئے کہ مکان اور زمان جملہ مخلوقات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ ازل میں موجود تھا اور اس کے ساتھ اس وقت کوئی شے موجودات میں نہ تھی پس یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ زمانی ومکانی ہے۔

علامہ سعد شرح عقائد میں لکھتے ہیں :-

واذا لم یکن فی مکان لم یکن فی جهة لا علو ولا سفل ولا غیرهما (ص ۳۳)

اور جب اللہ تعالیٰ کسی مکان میں نہیں ہے تو وہ کسی جہت میں بھی نہ ہوا۔ نہ اوپر نہ نیچے۔ اور نہ ان کے علاوہ اور جہتوں میں۔ مثلاً دائیں طرف یا بائیں طرف یا آگے یا پیچھے۔ الغرض اللہ تعالیٰ مکان و زمان اور تمام جہات و اطراف سے پاک و برتر ہے۔ اور یہ اس لئے کہ وہ ان سب چیزوں کا خالق ہے اور خالق کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مخلوق سے پیشتر، برتر اور علیحدہ ہو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر سورۂ جن میں لکھتے ہیں :-

" غیب نام چیزے ایست کہ از ادراک حواس ظاہرہ و باطنہ غائب باشد نہ حاضر کہ بمشاہدہ و وجدان دریافت شود "

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غیب اس چیز کا نام ہے کہ ظاہری و باطنی حواس کے ادراک سے غائب ہو۔ نہ حاضر کہ وہ مشاہدہ اور وجدان سے دریافت کیا جاتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز "تحفہ اثنا عشریہ" میں اہل سنت کا تیرھواں عقیدہ یہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

"عقیدہ سیزدہم آنکہ حق تعالیٰ را مکان نیست و او را جہتے از فوق و تحت متصور نیست و ہمیں است مذہب اہل سنت و جماعت۔ بندہ را اتصال مکانی و قرب جسمانی با حضرت حق تعالیٰ متصور نیست قربیکہ در آنجا متصور است بدرجہ و منزلت و خوشنودی است و بس ہمیں است مذہب اہل سنت"

یعنی تیرھواں عقیدہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مکان نہیں ہے۔ اور اس کے لیے کوئی جہت از قسم فوق و تحت وغیرہ متصور نہیں ہے۔ اور یہی مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔ بندہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتصالِ مکانی اور جسمانی قرب حاصل نہیں ہے۔ اور بندہ کو جو قرب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ درجہ، مرتبہ اور خوشنودی کے لحاظ سے ہے۔ اور بس یہی ہے مذہب اہل سنت"

اور امام ابن تیمیہؒ اپنی تصنیف "حمویہ" میں لکھتے ہیں:۔

"انہ تعالیٰ فوق سمٰوٰتہ علی عرشہ بائن من خلقہ ولا نقول کما تقول الجہمیۃ انہ فی الارض"

اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔ اور اپنی مخلوق سے جدا ہے۔ اور ہم فرقہ جہمیہ کی طرح نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ زمین پر ہے۔

امام الذہبی کتاب العرش میں لکھتے ہیں:۔

"قیل لابی عبداللہ بن احمد بن حنبل اللہ فوق السماء السابعۃ علیٰ عرشہ بائن من خلقہ وعلمہ وقدرتہ بکل مکان قال نعم"

ابو عبداللہ بن احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ اللہ ساتویں آسمان کے اوپر اپنے عرش پر ہے۔ اپنی مخلوق سے جدا ہے۔ اور اس کا علم اور قدرت ہر ایک مکان پر ہے۔ امام احمد نے جواب میں کہا کہ ہاں اسی طرح ہے۔

قرآن مجید کی بعض آیتوں سے انسانوں کے ساتھ اللہ کی معیت ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ قول "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ"

"تم جہاں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس بارے میں امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

"وھو معکم اینما کنتم" قال المتوکلون ھذہ المعیّۃ امّا بالعلم وامّا بالحفظ والحراسۃ وعلی التقدیرین انعقد الاجماع علی انہ سبحانہ لیس معنا بالمکان۔

(مجموعۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۳ مولانا عبدالحئی)

"اور تم جہاں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے"، متکلمین نے کہا ہے کہ یہ معیت یا تو علم کے لحاظ سے ہے اور یا حفاظت ونگہبانی کے لحاظ سے ہے حق یہ ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ مکان میں نہیں ہے"۔

مذکورہ دلائل وشواہد کی روشنی میں یہ بات صاف ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ زمان ومکان سے ماوریٰ ہے اور انسانوں یا مخلوقات کے ساتھ اس کی "معیت علمی" ہے ذاتی نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ازلی ہیں اور کوئی نیا اسم اس کے ساتھ قائم نہیں ہو سکتا۔ حاضر کا لفظ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے نہیں ہے۔ اس لئے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر محلِ نظر ہے اور چونکہ حاضر اس کو کہتے ہیں جو مشاہدہ ومعائنہ میں آتا ہو۔ اور انسان اپنے حواس ظاہری سے اس کا ادراک کرے اور اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور قدیم ہے اور حدوث کے لوازمات سے پاک ہے اس لئے اللہ جل مجدہٗ پر حاضر کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

تلقینِ درسِ اہلِ نظر یک اشارت است
کردم اشارتے و مکرر نمی کنیم

مولانا عبدالماجد اور مرزائی لاہوری جماعت

جناب طالب ہاشمی صاحب نے اپنے سابقہ اور حالیہ مقالہ میں یہ شکایت دہرائی ہے کہ:۔

"مولانا (عبدالماجد) یہ عقائد رکھتے ہوئے مرزائیوں (بالخصوص لاہوری مرزائیوں) کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ نرم گوشہ کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی تکفیر ان پر گراں گذرتی تھی"۔

جہاں تک اس فقیر کا تعلق ہے تو میں لاہوری اور قادیانی جماعتوں کا ابتداء ہی سے مخالف چلا آرہا ہوں اور قید وبند کے مراحل سے بھی گذرا ہوں میں نے ۱۹۳۵ء میں مولانا غلام غوث ہزاروی کی قیادت میں شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام ہوتی مردان قائم کیا تھا۔ جب کہ بندہ کو اس کا جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا تھا۔ میں نے مولانا غلام غوث ہزاروی کے ہمراہ مردان اور ضلع مردان کے ان علاقوں کا دورہ کیا تھا جہاں مرزائی عنصر موجود تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت ہزاروی بندہ پر بہت مہربان تھے اور جب قادیانیوں کی شکایت پر مردان میں ایک عظیم الشان انٹی قادیانیت کانفرنس منعقد کرنے پر انگریزی حکومت نے بندہ کو گرفتار کرلیا۔ تو صوبہ سرحد کی جمعیۃ علماء کے علاوہ حضرت ہزاروی اور مولانا مظہر علی اظہر جنرل سیکرٹری مجلس احرار مردان تشریف لائے اور اجتماعات میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ (مولانا) عبداللہ کو غیر مشروط طور پر مقدمات سے بری کر دیا جائے تو چھ مہینے کے بعد آخر کار حکومت نے بندہ کو بری کر دیا میرے ہاتھ پر دو مرزائیوں نے قبول اسلام بھی کیا تھا۔ جن کا ہم نے ہوتی مردان کے بازاروں میں جلوس بھی نکالا تھا۔

لیکن اب جناب طالب ہاشمی صاحب سے علمی مذاکرہ کا سلسلہ چل نکلا ہے تو بعض تاریخی واقعات سے اس لئے پردہ اٹھایا جاتا ہے جس سے مولانا عبدالماجد کے موقف کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

لاہوری اور قادیانی عقائد میں فرق

مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات کے بعد اس کی جماعت دو ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ ایک گروہ کی قیادت مرزا کے خلیفہ حکیم نورالدین کر رہے تھے اور دوسرے گروہ کی سرپرستی محمد علی لاہوری، خواجہ کمال الدین اور صدرالدین کر رہے تھے۔ یہ اختلافات اس قدر بڑھے کہ محمد علی وغیرہ قادیان چھوڑ کر لاہور آکر سکونت پذیر ہوئے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے خیالات اور سیاسی موقف کی بڑی حد تک تائید کر رہے تھے۔ چنانچہ مرزا بشیرالدین محمود نے اخبار الفضل میں ان کے خلاف مضامین لکھنے شروع کئے اور جب حکیم نورالدین کی وفات کے بعد مرزا بشیرالدین محمود کو قادیانی جماعت کا سربراہ چن لیا گیا۔ تو اس کے بعد محمد علی، خواجہ کمال الدین، صدرالدین اور ان کے رفقاء قادیانی جماعت سے علیحدہ ہوگئے۔ اور لاہوری جماعت کا آغاز ہوا۔ اور یہاں سے قادیانی مرزائیوں اور لاہوری مرزائیوں کی اصطلاح سامنے آئی۔ قادیانی جماعت مرزا غلام احمد کو مستقل نبی کہتی ہے اور اس کو نبی نہ ماننے والے تمام مسلمانوں کو خارج از اسلام اور کافر سمجھتی ہے۔

اور لاہوری مرزائیوں کے عقائد کیا ہیں؟ یہ ڈاکٹر شیخ محمد اکرام کی زبانی سنئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"لاہوری جماعت مرزا صاحب کی معتقد ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ حتی الوسع اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے وابستہ رکھنا اور ان کے دکھ سکھ میں ان کا ہاتھ بٹانا چاہتی ہے۔ لاہوری احمدی غیر احمدیوں کو کافر نہیں کہتے۔ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ مرزا صاحب کی نبوت کے قائل نہیں۔ بلکہ انہیں حضرت مجدد الف ثانی اور دوسرے بزرگوں کی طرح ایک مجدد مانتے ہیں اور احمدیہ عقائد اور عام مسلمانوں کے عقائد میں جتنا کم اختلاف ہو اسے بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لئے خواجہ کمال الدین نے حادثہ کانپور کے متعلق عام مسلمانوں کے ساتھ اتفاق کیا تھا اور بلقان اور طرابلس کے ہنگاموں میں ان کے نقطۂ نظر کا اظہار کرنے میں پوری قوت صرف کر دی تھی (موج کوثر[۱۸])

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جناب شیخ محمد اکرام صاحب آگے چل کر قادیانی مرزائیوں کے عقائد کے متعلق یہ وضاحت بھی کی ہے کہ

وہ اپنی علیحدہ اجتماعی ہیئت کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ اور اگرچہ غیر مسلموں کی طرح ان کی تہذیب و تمدن مسلمانوں سے مختلف نہیں۔ لیکن مذہبی امور میں وہ ان سے علیحدہ ہیں۔ جو شخص مرزا غلام احمد کو نبی نہیں ماننا اسے کافر سمجھتے ہیں اور عام مسلمانوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے (موج کوثر صد ۱۸) (یاد رہے کہ یہ کتاب ۱۹۶۲ء میں چھپی تھی)

لطیفہ یہ ایک عجیب صورت حال ہے کہ ۱۹۷۴ء میں ایک آئینی ترمیم کے ذریعے قومی اسمبلی نے بالاتفاق و بالاجماع قادیانی مرزائیوں کے ساتھ لاہوری مرزائیوں کو بھی "سگ زرد برادر شغال باشد" کے مصداق غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اور مرزا غلام احمد کو نبی نہ ماننے کے سبب خود قادیانی مرزائی بھی لاہوری مرزائیوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ ایک شاعر نے شاید ایسے موقع کے لئے یہ شعر کہا تھا ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

موج کوثر کا ایک اندراج ڈاکٹر شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں :-

مولوی محمد علی کا ترجمہ و تفسیر قرآن انگریزی زبان میں پہلا ترجمہ تھا جو کسی مسلمان کے ہاتھوں انجام پایا۔ ترجمے کے علاوہ آپ نے کلام مجید کی مختلف سورتوں کی تقسیم و ترتیب کر کے اور ان کے مضامین کا خلاصہ دے کر مطالب قرآن کو واضح کیا ہے۔ اور کوشش کی کہ صرف الفاظ ہی پر توجہ نہ رہے بلکہ کلام مجید کے ارشادات اور خیالات بھی وضاحت سے ذہن نشین ہو جائیں۔

آج کلام مجید کے متعدد انگریزی ترجمے شائع ہو رہے ہیں۔ لیکن شرف اولیت محمد علی کے ترجمے ہی کو ہے اور گذشتہ ربع صدی میں انگریزی خوان طبقے کو قرآن سے جو زیادہ دلچسپی ہوئی ہے اس کا بڑا سبب محمد علی کا ترجمۃ القرآن ہے۔ (موج کوثر صد ۱۸۱)

سطور بالا میں قادیانیت اور لاہوریت کے درمیان جو فرق ہے وہ ایک حد تک واضح کیا گیا ہے لاہوری مرزائیوں کے بارے میں ہم اپنی رائے آگے چل کر پیش کریں گے۔ اس وقت صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ مولانا عبدالماجد محمد علی لاہوری کے بارے میں جو نرم گوشہ رکھتے تھے اس کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے سب سے پہلے انگریزی خوان طبقے کو قرآن مجید کے قریب لانے کے لئے انگریزی میں قرآن کا ترجمہ اور تفسیر پیش کی۔ اور حدیث مبارک میں ہے :-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

كلمة الحكمة ضالة المؤمن فهو احق بها حيث وجدها — حکمت اور دانائی کی بات مومن کی گم شدہ متاع ہے اس نے جہاں بھی اس کو پایا۔ تو وہ ہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔

اس اصول کے ماتحت مولانا عبدالماجد نے محمد علی کی تفسیر کو غور سے مطالعہ کیا اور " خذ ما صفا ودع ما کدر " کے مطابق اپنے مطلب کے اشارات و نکات اس سے اخذ کئے۔ مولانا عبدالماجد کو اعتراف ہے کہ اس کی تفسیر میں بعض باتیں اہل سنت والجماعت کے نقطہ سے غلط بھی ہیں۔ لیکن مولانا نے ان کو دیوار پر پھینک دیا۔ چنانچہ مولانا خود تفسیر ماجدی کے دیباچے میں لکھتے ہیں :۔

تفسیر بیان القرآن ۳ جلدوں میں۔ از مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ امیر جماعت لاہور۔ مغربیت سے متاثر گروہ کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہوگا گو ظاہر ہے کہ اس کے متعدد بیانات مسلک اہل سنت والجماعت سے ہٹے ہوئے ہیں۔

اعتقادی غلطیاں اور تحریف کی جسارتیں

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام نے اپنی کتاب میں محمد علی لاہوری کی تفسیر قرآن کے بارے میں مولانا عبدالماجد کا ایک بیان درج کیا ہے جس میں مولانا نے جہاں محمد علی کی تفسیر کو مغرب زدہ طبقہ کے لئے مفید اور بہت مفید قرار دیا ہے۔ وہاں یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ

" اس بیس سال کے عرصے میں خامیاں اور غلطیاں بہت سی بلکہ بعض جگہ تو ایسی جسارتیں جن کے ڈانڈے تحریف سے مل جاتے ہیں اس ترجمہ و تفسیر کی علم میں آچکیں لیکن انگریزی خوانوں کے حق میں اس کے مفید ہونے میں ذرا بھی کلام نہیں ..... مترجم کی بعض اعتقادی غلطیوں کی بنا پر ان کی ساری کوششوں سے بدظن ہو جانا قرین انصاف و مقتضائے تحقیق نہیں "

(موج کوثر ص ۱۸۲)

جناب طالب ہاشمی نے مولانا دریابادی کے حوالے سے بعض اکابر کے نام لکھے ہیں۔ کہ وہ اہل قادیان کو باوجود سخت غلط، گمراہ اور مبتدع سمجھنے کے کافر، مرتد اور خارج از اسلام نہیں سمجھتے تھے "

اس حوالے میں جن اکابر کے نام لکھے گئے ہیں ان کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں اور مصلحت بھی نہیں۔ بہرحال ایک بات ذہن نشین رہے اور وہ یہ کہ اگرچہ عقائد و خیالات کی رو سے قادیانی اور لاہوری دو مختلف جماعتیں ہیں۔ لیکن دونوں کا سرچشمہ قادیان اور مرزا قادیانی ہے اس لئے بعض اہل علم تک ان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درمیان یہ فرق نہیں کرتے اور دونوں کو اہل قادیان کہتے ہیں۔ قادیانی مرزائی تو کفر بواح میں مبتلا ہیں۔ وہ مرزا قادیانی کو مستقل نبی مانتے ہیں اور جو اس کو نبی نہیں مانتے۔ اس کو کافر کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے تمام مسلمان توان کے نزدیک کافر ہیں ہی لاہوری مرزائیوں کو بھی وہ کافر سمجھتے ہیں کیونکہ وہ مرزا کو مجدد، مصلح وغیرہ تو مانتے ہیں لیکن نبی قطعاً نہیں مانتے۔ اس لئے معدودے چند حضرات لاہوری مرزائیوں کو سخت غلط، گمراہ اور مبتدع سمجھنے کے باوجود کافر اور مرتد نہیں سمجھتے تھے۔ اگرچہ لاہوری مرزائیوں کا کفران کے دیگر عقائد سے ثابت ہے اور اسی بنار پر ۱۹۷۴ء کے آئینی ترمیم میں دونوں فرقوں کو یکساں طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اس وقت دونوں فرقوں کے اکابر کو قومی اسمبلی کے اندر اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے بلایا گیا تھا۔ لیکن وہ اپنی صفائی پیش کرنے سے قاصر رہے۔ بلکہ علی الاعلان دونوں فریق اپنے کفریہ عقائد پر جمے رہے۔ یہی تو وجہ تھی کہ قومی اسمبلی کے اندر تمام ارکان نے ان دونوں فریقوں کو بالاتفاق غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ میرے خیال میں اگر اس وقت مولانا دریابادی زندہ ہوتے۔ اور اسلام کے مقابلے میں دونوں فرقوں کی ہٹ دھرمی اور صف بندی دیکھ لیتے۔ تو وہ لاہوری مرزائیوں یا اہل قادیان کے بارے میں اپنے مسلک سے اعلان برأت فرما دیتے۔ جب کہ یہ مسلک انہوں نے ایک تاویل کی رو سے اختیار کیا تھا۔ یہاں ہم اس کی کچھ وضاحت کر دیتے ہیں۔

مسئلہ تکفیر اور فقہائے حنفیہ فقہ حنفیہ میں الفاظ کفر کے لئے ایک باب مقرر ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ فلاں فلاں لفظ کہنے سے کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن محققین فقہا اور متکلمین اسلام نے اس بارے میں داد تحقیق دیتے ہوئے انتہائی محتاط مسلک اختیار کیا ہے۔ جس کی غرض وغایت یہ ہے کہ حتی الوسع مدعی اسلام کو کافر کہنے سے اجتناب کیا جائے۔ یہ بحث تو بہت طویل ہے۔ ہم اختصار کے ساتھ چند مسائل و دلائل اس مسلک کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین صاحب ردالمحتار نے اس مسئلے پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے۔

(۱) فان الکفر امر عظیم لم یتاجسر احد من الائمۃ علی الحکم بہٖ (رسائل ابن عابدین ص ۳۶۶)	کفر ایک عظیم امر ہے اس لئے اماماِن مذہب میں سے کسی نے کفر مسلم پر حکم کرنے کی جسارت نہیں کی ہے۔

(۲) ثم قال صاحب البحر والـذی تحرر انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہٖ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علی محمل حسن او کان فی کفرہ اختلاف ولو روایۃ ضعیفہ فعلی ھذا فاکثر الفاظ التکفیر المذکورۃ لا یفتی بالتکفیر بھا ولقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئ منھا۔

(رسائل ابن عابدین ص ۳۴۲)

البحر الرائق کے مصنف نے کہا ہے کہ جس نے یہ لکھا ہے کہ کسی مسلمان کے کفر پر فتویٰ نہ دیا جائے اگر اس کی بات مجمل حسن پر حمل کرنے کا امکان رکھتی ہو۔ یا اس کے کفر میں اختلاف ہو۔ اگرچہ وہ ضعیف روایت پر مبنی ہو (صاحب بحر کہتے ہیں) کہ اس بناء پر اکثر الفاظ تکفیر پر جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے اور میں نے اپنے اوپر یہ لازم کیا ہے کہ میں ان الفاظ تکفیر میں سے کسی چیز پر فتویٰ نہیں دوں گا۔

(۳) علامہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:۔

المسئلۃ المتعلقۃ بالکفر اذا کان لھا تسع وتسعون احتمالا للکفر واحتمال واحد فی نفیہ فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی لان الخطاء فی ابقاء الف کافر اھون من الخطاء فی افناء مسلم واحد (شرح فقہ اکبر ص ۱۹۹)

تکفیر مسلم سے جو مسئلہ متعلق ہے اگر اس میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال کفر کی نفی میں ہو تو مفتی اور قاضی کے لئے بہتر یہ ہے کہ اس احتمال پر عمل کرے جو مانع کفر ہو۔ اس لئے کہ ہزار کافروں کے زندہ چھوڑ جانے میں خطا واقع ہوئی تو اس خطا کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ جو ایک مسلمان کے فنا ہونے میں سرزد ہو جائے۔

(۴) ان کان نیت القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فھو مسلم وان کان نیت الوجہ الذی یوجب التکفیر لا ینفعہ فتوی المفتی ویؤمر بالتوبۃ والرجوع عن ذالک۔

(شرح فقہ اکبر ص ۲۳۷)

اگر قائل کفر کی نیت اس وجہ کی ہو۔ جو مانع ہو تو وہ مسلمان ہے اور اگر اس کی نیت کی وجہ موجب تکفیر ہو تو پھر بھی مفتی کا فتویٰ کفر اس شخص کو فائدہ نہیں دیتا بلکہ اس کو کلمات کفر سے توبہ اور رجوع الی الحق کا حکم کیا جائے۔

(۵) اذا شھدوا علی مسلم بالردۃ وھو منکر لا یتعرض لہ لا لتکذیب شھود العدول بل لان انکارہ توبۃ ورجوع (فتح القدیر ج ۵ مطبع مصری ص ۳۳۲ مجمع الانہر ص ۶۹۶ - خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۵۷)

جب ایک مسلمان کی ردت پر عادل گواہان شہادت دیں مگر وہ اپنی ردت سے منکر ہو تو قاضی اس پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی تعرض نہ کرے ۔ نہ اس لئے کہ عادل گواہوں کی شہادت جھوٹی ہے بلکہ اس لئے کہ اس شخص کا رد تا سے انکار کرنا توبہ اور رجوع الی الاسلام ہے ۔

(۲) رجل قال لاخر الا تخشی اللہ قال والفتوی انہ لا یکفر مطلقاً لتاویلہ بانہ کریم

(خلاصۃ الفتاوی ص ۵۵)

ایک شخص نے دوسرے مسلمان کو کہا کہ کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا ۔ تو اس نے جواب میں کہا کہ نہیں ۔ تو مطلقاً کافر نہیں ہوتا ۔ اس کی اس تاویل پر کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے ۔

البتہ یہ واضح رہے کہ کفر کی بات کرنے والے کی وہ تاویل قبول نہ کی جائے گی جو باطل ہو ۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص کفر کہنے والے کی بات میں نیک تاویل کرے مگر قائلِ کفر اس تاویل پر راضی نہ ہو تو یہ تاویل اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور اس کو کفر کا مرتکب سمجھا جائے گا ۔

حاصلِ کلام مولانا دریابادی کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور وہ فقہا حنفیہ کی طرح مسئلہ تکفیر میں نہایت محتاط واقع ہوئے تھے ۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی جیسے بزرگ عالم دین مولانا دریابادی کو قابلِ تعظیم و تکریم شخصیت سمجھتے تھے ۔ اپنی تصنیف "پرانے چراغ" میں ان کا ذکر بڑے احترام و ادب کے انداز میں کیا ہے انہوں نے مولانا دریابادی کو جو مشورہ دیا تھا اور انہوں نے اسے قبول نہ کیا تو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اس مفہوم کو اس پیرائے میں ادا کرتے ہیں کہ :-

"مولانا نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور یہ بات ہم سب نیازمندوں کو معلوم ہے کہ مولانا جب کوئی رائے قائم کر لیتے ہیں تو اس کو آسانی سے ترک نہیں فرماتے "

یہ مولانا ندوی کی عالی ظرفی اور قدر شناسی ہے کہ اپنے آپ کو مولانا دریابادی کے نیازمندوں میں شمار کیا اور ان کی جلالتِ شان کو نہیں گھٹایا ۔ اور اکابر بزرگوں کا طریقہ بھی یہ ہے کہ وہ مسلمہ اکابر کے مختلف فیہ مسلک میں نیک تاویل کرتے ہیں اور انہیں ہدف نہیں بناتے ۔ میں صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں جس سے طریقۂ اکابر بخوبی معلوم ہو سکتا ہے شیخ محی الدین ابن العربی نے اپنی کتابوں میں بعض شدید قسم کی باتیں لکھی ہیں لیکن اس کے باوجود اربابِ علم و معرفت ان کو "شیخ اکبر" کے عظیم لقب سے یاد کرتے ہیں شیخ اکبر نے فتوحاتِ مکیہ اور فصوص الحکم کے نام سے دو اہم حکمت و معرفت سے لبریز کتابیں لکھی ہیں ۔ ہم فصوص الحکم کے حوالے سے کچھ معروضات پیش کرنا چاہتے ہیں ۔ (جاری ہے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

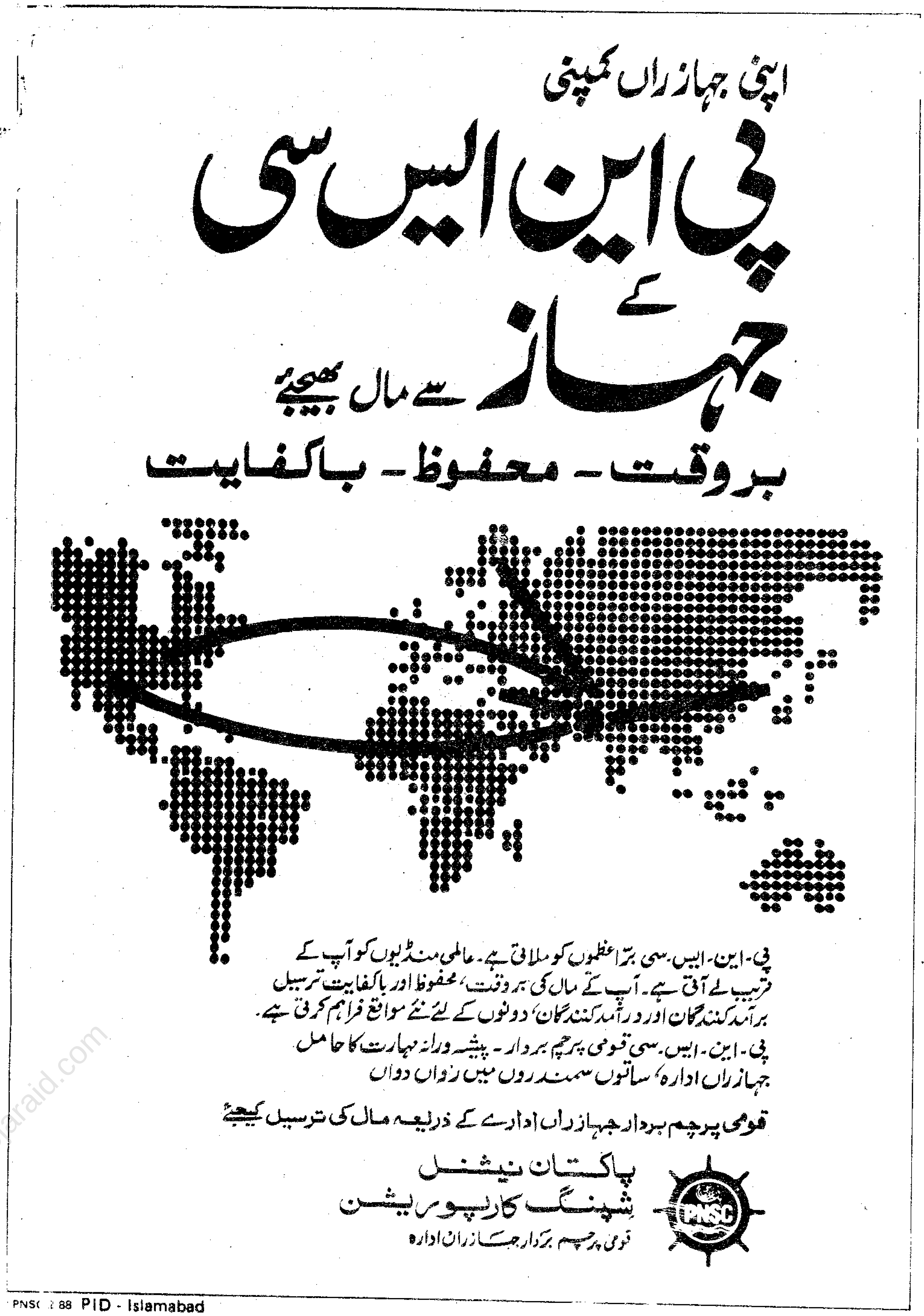

PNSC 2 88 PID - Islamabad

PARAGON

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com